دینی مدارس کے غیر ملکی طلبہ کے لئے حکومتی ویزا پالیسی

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۳۰ جون کو وفاقی وزیر داخلہ نے حکومتی ویزا پالیسی کا اعلان کیا جس میں بیرون ملک سے دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے پاکستان آنے والے طلبہ کے لئے ویزوں کے حصول پر پابندی کو بدستور برقرار رکھا گیا ہے۔ غیر ملکی کے ویزوں کے مسئلے کے بارے میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ایک وفد نے ۲۵/ فروری کو صدر مملکت سے ملاقات کر کے انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا جس کے بارے میں جناب صدر نے اسی وقت متعلقہ حکام کو ہدایت جاری فرمائی تھی کہ فی الوقت پاکستانی مدارس میں جتنے بھی غیر ملکی طلبہ تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہیں وہ اپنے اپنے سفارت خانوں سے این او سی حاصل کرلیں اور اپنے مدارس کی وساطت سے متعلقہ وزارت کو بھیجیں، ان کے ویزوں کی معیاد میں تکمیل تعلیم تک توسیع کر دی جائے اور مدارس، تکمیل تعلیم کے بعد، حکومت کو ان کے اپنے اپنے ممالک کو واپس جانے سے باخبر بھی کریں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں وزارت مذہبی امور کی طرف سے پاکستانی مدارس میں زیر تعلیم غیر ملکی طلبہ کے این او سی فراہم کرنے کے لئے وفاق المدارس کو ایک فہرست موصول ہوئی ہے جو متعلقہ وزارت کو جلد ہی مہیا کر دیئے جائیں گے اور یوں امید ہے کہ یہ مسئلہ خوش اسلوبی کے ساتھ حل ہو جائے گا۔

ملاقات میں دوسرا مسئلہ یہ بھی زیر بحث آیا تھا کہ حکومت آئندہ حصول تعلیم کے لئے پاکستان آنے والے طلبہ کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کریں گے اور یہ کہ انہیں باقاعدہ ویزوں کا اجراء کیا جائے گا۔ چنانچہ صدر صاحب نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے اس بارے میں بھی وفد کو یقین دہانی کرائی تھی اور ہدایات جاری کی تھیں کہ ایوان صدر اور متعلقہ وزارتیں آپس میں اکٹھے ہو کر اس سلسلے میں باقاعدہ طریقہ کار ایک ماہ کے اندر اندر طے کر لیں، لیکن افسوس کہ وزارت داخلہ کا حالیہ بیان نہ صرف صدر صاحب کی واضح ہدایت کی صریح خلاف ورزی پر مبنی ہے بلکہ مذکورہ حکومتی پالیسی سے اس کے دوغلے پن اور عدم اخلاص کا مظاہرہ بھی ہو رہا ہے۔

غیر ملکی طلبہ کے لئے موجودہ حکومتی ویزا پالیسی اس لئے بھی سمجھ سے بالاتر ہے کہ پوری دنیا میں اس طرح کی سیاہ ترین اور شرمناک مثال کہیں بھی نہیں ملتی کہ جنہوں نے اغیار کی خوشنودی کی خاطر دوسرے ممالک کے طلبہ پر اپنے ملک میں تعلیم کے حصول پر پابندی عائد کی ہو، حتیٰ کہ ۱۱/ ستمبر کو امریکا اور پھر ۷ جولائی کو برطانیہ میں ہونے والے بم

دھماکوں، جن کو بنیاد بناتے ہوئے مدارس کے خلاف کارروائی کی جارہی ہے، کے نتیجے میں ان ممالک نے بھی ان طلبہ پر اپنے ہاں کوئی پابندی عائد نہیں کی جوان کی تحقیقات کے مطابق ان حادثات میں ملوث رہے ہیں اور پاکستان میں متعین امریکی سفیر کا یہ بیان تو پاکستانی حکومت کے منہ پر ایک طمانچہ ہے کہ ''پاکستانی طلبہ پر امریکا میں تعلیم حاصل کرنے پر کوئی پابندی نہیں، حتی کہ دینی مدارس کے طلبہ بھی وہاں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ زندہ اور آزاد قومیں ایسا کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتیں، چہ جائیکہ اس کو ملکی پالیسی کا حصہ بنایا جائے اور یہ اس لئے کہ تعلیم کے حصول پر کوئی جغرافیائی حدود مانع نہیں ہوا کرتیں، اس پر بلاتفریق سب کا حق مساوی تسلیم کیا جاتا ہے لیکن حکومت پاکستان مدارس کے طلبہ کو یہ حق دینے پر آمادہ نہیں۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ حکومت نے دینی مدارس میں پڑھائی کے لئے آنے والے طلبہ پر تو اپنے ملک کے دروازے بند کردیئے ہیں جو کہ ہمیشہ اپنے اپنے ممالک میں جاکر پاکستانی سفارت کاری کا کام مفت سرانجام دیتے ہیں اور بیرون ملک وطن عزیز کے مفادات کا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں لیکن پڑوسی ملک کے تاجروں حتی کہ اداروں اور فنکاروں تک کو آمدورفت کی کھلی اجازت دی ہے جو ہمیشہ پاکستان کے اندر مختلف قسم کی سرگرمیوں کی آڑ میں تخریب کاری اور اس کے مفادات کو نقصان پہنچانے والے کاموں میں ملوث رہے ہیں، جس کی سینکڑوں مثالیں ریکارڈ پر ہیں۔ علاوہ ازیں عدل کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس طرح عصری تعلیمی اداروں میں بیرونی طلبہ کی تعلیم پر کوئی روک ٹوک نہیں اسی طرح مدارس پر بھی ایسی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے، تاکہ حکومت کی نیک نامی پر کسی قسم کا شک نہ کیا جائے۔

دوسری جانب طرفہ تماشہ یہ کہ حکومت ایک طرف مدارس کو قومی دھارے میں لانے کی بات کرتی ہے اور دوسری جانب وہاں کے طلبہ کے لئے حصول تعلیم کے دروازے بند کئے جارہے ہیں۔ کیا مدارس کے بارے میں ایسا معاندانہ اور امتیازی سلوک روا رکھنا حکومت کے وقار اور اس کے ''قومی دھارے'' والی پالیسی کے خلاف نہیں؟ اور اس کے دوغلے پن کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے؟ وزیر داخلہ کا کہنا ہے کہ اس سے بیرون ملک پاکستان کا امیج بہتر ہوگا، اگر ان کی مراد بیرون ملک سے صرف غیر اسلامی ممالک ہیں تو پھر تو درست ہے کہ وہ بھی یہی چاہتے ہیں لیکن اگر ان کی مراد اسلامی ممالک سے بھی ہے تو پھر یہ دعویٰ کسی طور پر درست نہیں، اس لئے کہ مذکورہ پالیسی کی وجہ سے وطن عزیز برادر اسلامی ممالک سے کٹ کر رہ گیا ہے اور وہاں کی عوام اسے اپنی توہین اور ہتک محسوس کرتے ہیں کہ پاکستان کے اندر ان پر حصول تعلیم پر پابندی لگائی گئی ہے۔ یہ صورت حال بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ حال ہی میں سعودی حکومت نے چالیس سال سے کم عمر پاکستانی زائرین کو بغیر خاندان کے عمرے کے ویزے فراہم کرنے سے انکار کردیا ہے جس سے پاکستانی عوام کے اندر ان کے خلاف شدید غم وغصے کے جذبات پائے جارہے ہیں۔

حکومت کی مذکورہ پالیسی سے بین الاقوامی دنیا میں پائے جانے والے اس تاثر کو تقویت ملتی ہے کہ پاکستانی مدارس دہشت گردی کی تعلیم وتربیت میں ملوث ہیں۔ حالانکہ یہ تاثر بالکل غلط اور غیر حقیقت پسندانہ ہے کیونکہ مدارس

خالصتاً تعلیمی ادارے ہیں جن کا مقصد طلبہ کو دینی تعلیمات اور احکامات سے روشناس کروانا ہے، اور کسی قسم کی دہشت گردی سے ان کا دُور کا واسطہ اور تعلق نہیں ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم نے بار بار حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ایسے کسی بھی مدرسے کے بارے میں نشاندہی کرے ہم حکومت سے ہر ممکن تعاون کریں گے اور حکومت کی ان کے خلاف کسی بھی کارروائی کی حمایت کریں گے، لیکن حکومت آج تک ایسی کوئی بھی ثبوت پیش نہیں کرسکی، بلکہ اس کے برعکس مختلف فورموں پر مدارس کے کردار کو نہ صرف تسلیم کیا گیا بلکہ ان کو خراج تحسین بھی پیش کیا گیا جن میں حکومت خود بھی شامل ہے، لیکن اس سب کے باوجود بھی حکومت دینی مدارس کو ہراساں کرنے اور انہیں مختلف مسائل سے دوچار کرنے پر کیوں کمر کسے ہوئی ہے؟ آیئے ذرا اس پر غور کرتے ہیں۔

بنیادی سوال پر غور وفکر کرنے سے پہلے ہمیں ذرا اس معاملے کے پس منظر میں جانا پڑے گا۔ اگر ہم دیکھیں تو مدارس کے خلاف حکومت کا معاندانہ اور غیر منصفانہ رویہ ۱۱/ستمبر کے سانحے کے رونما ہونے کے بعد ابھر کر سامنے آیا اور پھر ۷ جولائی ۲۰۰۵ء کے حادثے کے بعد بیرونی دباؤ کے نتیجے میں حکومتی رویے میں مزید درشتی اور بے رحمانہ پن در آیا اور پھر ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت اس حادثے کے تانے بانے مدارس سے ملا کر ان کے خلاف کارروائی کا جواز پیدا کیا گیا، حالانکہ اس کارروائی میں مدارس یا اہل مدارس قطعاً نہ تو ملوث تھے اور نہ ہی اس میں ان کا کوئی کردار تھا اور اسی طرح نہ ہی مدارس میں کسی حکومت کے خلاف باغیانہ روش کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم غور وفکر کریں تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ مدارس اور ان میں زیر تعلیم غیر ملکی طلبہ جیسے کم اہمیت کے حامل مسائل کو ہوا دینے کی ڈور کہیں دوسری جگہ ملتی ہوئی نظر آتی ہے اور ان کا مقصد بالکل ظاہر ہے کہ وہ اپنی لولی لنگڑی تہذیب کو اسلامی دنیا پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ مدارس دینیہ ان کے بالمقابل تہذیب اسلامی کے علم بردار ہیں، اس لئے یہ ان کے سامنے واحد ایسی رکاوٹ ہے جسے پھلانگنا یا عبور کرنا ان کے بس کی بات نہیں، چنانچہ عیار دشمن مختلف اسلامی ممالک میں اپنے مقامی ایجنٹوں کے ذریعے اس کام کی تکمیل چاہتا ہے۔ اس ضمن میں وہ وہاں کے مقامی مدارس کو غیر مستحکم کرنے، انہیں عالمی سطح پر بدنام کرنے اور بالآخر ان کے وجود کو مٹانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ ہمارے اس دعوے کی تائید حال ہی میں امریکا کے ایک مشہور پالیسی ساز ادارے "رینڈ کارپوریشن" کی جانب سے مسلم معاشرے کیخلاف امریکی حکمت عملی کے حوالے سے شائع کردہ ایک رپورٹ سے بھی ہوتی ہے، جس میں مسلم معاشرے کو واضح طور پر چار گروہوں (انتہا پسند، قدامت پسند، جدیدیت پسند اور سیکولر) میں تقسیم کیا گیا ہے اور پھر ہر ایک کے الگ الگ حکمت عملی تجویز کی گئی ہے کہ ان سے کس طرح نمٹنا ہے۔ اس رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام اور مسلم دشمنی میں کتنا آگے جا چکے ہیں اور یہ کہ وہ ایسے اداروں کو نپٹنے کا موقع دینے کے قطعاً روادار نہیں جو حقیقی اسلامی تعلیمات سے مسلم نوجوانوں کو بہرہ ور کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہوں۔ اس رپورٹ کے بعد مسلم ممالک کے

حکمرانوں کے ہوش ٹھکانے آجانے چاہئیں اوران کو یہ بات محسوس کرلینی چاہیے کہ مسلم معاشرے کے خلاف مجموعی طور پر ان کے عزائم وارادے کیا ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے حکمران بدقسمتی سے ذہنی پسماندگی اوراحساس کمتری کا شکار ہونے کی وجہ سے اپنے وجوداوراقتدارکو مغربی ممالک کے مرہون منت سمجھتے ہیں اوران سے ہر وقت مرعوب رہتے ہیں، چانچہ انہیں خوش اور راضی رکھنے کیلئے ان کو طرح طرح کے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔اس طرح وہ دانستہ یانادانستہ اغیار کے ہاتھوں کا کھلونا بن کررہ جاتے ہیں اوران کے جائز وناجائز ہرقسم کے مطالبات کو پورا کرنا اپنا فرض منصبی سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ حکومت کا مذکورہ فیصلہ نہ ان کے مفاد میں ہے اور نہ مدارس کے۔اس پالیسی سے حکومت کواسلامی دنیا میں بدنامی اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں ملے گا،اس لئے حکومت سنجیدگی سے اپنے مذکورہ فیصلے پرنظر ثانی کرے اوراسے فوراً واپس لے تاکہ اس سلسلے میں مدارس کے اندر پائی جانے والی بے چینی اور حکومت کے خلاف غم وغصہ فروہوسکے۔ ☆......☆

پریس ریلیز

دینی مدارس کی اسناد کے بارے میں حالیہ حکومتی بیان کہ آئندہ الیکشن میں یہ اسناد غیر معتبر ہوں گی، انتہائی غیر دانشمندانہ اور سیاسی نوعیت کا ہے۔حکومت اپنے خلاف دینی جماعتوں کی طرف سے متوقع تحریک کے خطرے کے پیش نظر ایسے بیانات دے کران پر دباؤ ڈالنا چاہتی ہے۔حکومت کا مدارس کی اسناد کوسیاسی جنگ کے لئے استعمال کرنا قابل مذمت ہے۔اس کو چاہیے کہ وہ اسناد کوتختہ مشق بنانے کی بجائے سیاسی جنگ، سیاسی میدان میں ہی لڑے۔ان خیالات کا اظہار اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے مرکزی رہنما اوروفاق المدارس العربیہ کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد حنیف جالندھری نے کیا۔انہوں نے کہا کہ مدارس اسناد کے بارے میں حکومت اور عدلیہ واضح تضاد کا شکار ہے اس لئے گزشتہ بلدیاتی الیکشن میں سپریم کورٹ نے مدارس کی اسناد کوغیر معتبر قرار دیا تھا جب کہ سینیٹ کے حالیہ انتخابات میں انہی اسناد کی بنیاد پر کئی ارکان منتخب ہوئے۔اگر مدرسہ سند بلدیاتی انتخابات میں غیر معتبر تھی تو پھر سینیٹ میں کیسے معتبر ہوگئی؟

مولانا نے کہا کہ یہ کیسی عجیب منطق ہے کہ حکومت دینی مدارس کی آخری ڈگری ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی۔کے مساوی تو تسلیم کرتی ہے لیکن اس کی نچلی (تحتانی) اسناد کو میٹرک اور ایف اے کے برابر تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔بھلاایک شخص دس من وزن کے بوجھ کو اٹھالیتا ہو، اسے پانچ من وزن کواٹھانے کے لئے نااہل قرار دینا کہاں کی معقولیت ہے؟انہوں نے مزید کہا کہ جہاں تک دینی اسناد کوتسلیم کرنے کے لئے اضافی مضامین:انگریزی، مطالعہ پاکستان اور اردو پاس کرنے کی شرط کاتعلق ہے تو یہ بھی انتہائی نامناسب اور غیر معقول ہے اس لئے کہ مطالعہ پاکستان پر مدارس کے طلبہ کو اتنا ہی عبور حاصل ہوتا ہے جتنا کہ عصری اداروں کے طلبہ کو،اس لئے اس کے امتحان کی ضرورت ہی نہیں اور انگریزی ایک اضافی چیز ہے جسے لازمی قرار دینا مدارس پر کسی طور درست نہیں۔رہی اردو تو مدارس کے طلبہ کو اس پر بھی عصری اداروں کے طلبہ کے ہم پلہ عبور حاصل ہوتا ہے۔انہوں نے زور دیا کہ پارلیمنٹ اور سینیٹ کا کام چونکہ بنیادی طور پر قانون سازی وغیرہ جیسے امور ہوتے ہیں اس لئے ان کی رکنیت کے لئے بی اے کی نہیں بلکہ اسلامی علوم کی مہارت کوشرط قرار دیا جانا چاہیے۔پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت ہے اس لئے اس کے ارکان پارلیمنٹ کے لئے اس سے باخبر ہونا بنسبت دیگر علوم کے زیادہ ضروری اوراہم ہے۔انہوں نے حکومت کوخبردار کیا کہ اگر حکومت نے دینی جماعتوں کوآئندہ انتخابات میں شرکت سے روکنے کی کوشش کی تووہ انقلابی راستہ اپنانے پر مجبور ہوں گے۔ ☆☆